بِسۡمِ

انٹرنیشنل

جنوری 2019ء

ربیع الثانی/جمادی الاوّل 1440ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبُوت نہیں مجدد صد چہاردہم تھے جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح ومہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

ارشد علوی

فہرست مضامین

1: کلامِ امام۔ قبولیتِ دُعا (حضرت مسیح موعودؑ) 2

: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔ مالی بچت کی اہمیت 4

3: ہدیہ نعت مسیح موعودؑ ترجمہ از کلامِ علوی 6

4: کامیابی کا راز ۔ شاہد عزیز 7

اعلان جلسہ

ممبران کو علم ہے کہ مرکز کی ہدایت پر یو کے برانچ 16 سے 18 اگست 2019ء تک انگلستان میں ایک بین الاقوامی جلسہ کر رہی ہے۔ یاد دہانی کے عرض ہے کہ ممبران ابھی سے کم از کم 15 سے لے کر 19 اگست تک چھٹیاں بُک کر لیں اور سیکرٹری صاحب سے اپنی ڈیوٹی کے لئے رابطہ کریں۔

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط وکتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

ای میل۔ info@aaiil.uk :

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

اعلان

جلد ہی جماعت کی ریڈیو نشریات پر ئمیر اسلامک ریڈیو سے نشر کی جائیں گی۔

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام واوقات

جمعہ- انگریزی 13:00

درس- بعد از جمعہ انگریزی 13:30

ماہانہ اجلاس- انگریزی- ہر ماہ پہلی اتوار 15:00

عیدین- انگریزی 11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین- پنجابی 13:00 سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور تبادلہ خیالات- ہر اتوار 09:00

سکائپ آئی ڈی

Lahori-Ahmadi

کلام امام

قبولیتِ دُعا

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

مُرتّب:۔ ارشد علوی

حضرت مسیح موعودؑ آسمانی فیصلہ میں فرماتے ہیں

اور مصیبت رسیدوں کا اندازہ کثیرہ اس لیے شرط ٹھہرایا گیا ہے کہ قبولیت دُعا کا امتحان صرف باعتبار کثرت ہو سکتا ہے ورنہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ دُعا کرانے والے صرف چند آدمی ہوں۔ مثلاً دو یا تین شخص ہوں تو وہ اپنی ناکامی میں تقدیر مبرّم رکھتے ہوں یعنی ارادہ ازلی میں قطعی طور پر یہی مقدر ہو کہ یہ ہرگز اپنی بلاؤں سے مخلصی نہیں پائیں گے اور اکثر ایسا اتفاق اکابر اولیاء اور انبیاء کو پیش آتا رہا ہے کہ ان کی دُعاؤں کے اثر سے بعض آدمی محروم رہے اس کی یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ اپنی ناکامی میں تقدیر مُبرّم رکھتے تھے لہٰذا ایک یا دو بلا رسیدوں کو معیار آزمائش ٹھہرانا ایک دھوکہ دینے والا طریق ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی ناکامی میں تقدیر مبرم رکھتے ہوں۔ پس اگر وہ دُعا کے لیے کسی مقبول کی طرف رجوع کریں اور اپنی تقدیر مُبرم کی وجہ سے ناکام رہیں تو اس صورت میں اُس بزرگ کی قبولیت اُن پر مخفی رہے گی بلکہ شاید وہ اپنے خیال کو بدظنی کی طرف کھینچ کر اس خدا رسیدہ سے بداعتقاد ہو جائیں۔ اور اپنی دنیا کے ساتھ اپنی عاقبت بھی خراب کر لیں۔ کیونکہ اس طرز آزمائش میں بعض لوگوں نے نبیوں کے وقت میں بھی ٹھوکریں کھائی ہیں اور مُرتد ہونے تک نوبت پہنچی ہے اور یہ بات ایک معرفت کا دقیقہ ہے کہ مقبولوں کی قبولیت کثرت استجابت دُعا سے شناخت کی جاتی ہے یعنی اُن کی اکثر دُعائیں قبول ہو جاتی ہیں نہ یہ کہ سب کی سب قبول ہوتی ہیں۔ پس جب تک کہ رجوع کرنے والوں کی تعداد کثرت کی مقدار تک نہ پہنچے تب تک قبولیت کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ اور کثرت کی پوری حقیقت اور عظمت اُس وقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ جبکہ مومن کامل مستجاب الدعوات کا اُس کے غیر سے مقابلہ کیا جائے۔ ورنہ ممکن ہے کہ ایک بدباطن نکتہ چین کی نظر میں وہ کثرت بھی قلت کی صورت میں نظر آوے سو در حقیقت کثرت استجابت دُعا ایک نسبتی امر ہے جس کی صحیح اور

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ

اور

عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔
4. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سُنت کے مُسلّمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیّع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلّاَاللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

یقینی اور قطعی تشخیص جو منکر کے منہ کو بند کرنے والی ہو مقابلہ سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ہزار ہزار مصیبت رسیدہ دو ایسے شخصوں کے حصہ میں آجائے جن کو مومن کامل اور مستجاب الدعوات ہونے کا دعویٰ ہے اور ایک شخص کی قبولیت دُعا کا یہ اثر ہو کہ ہزار میں سے پچاس یا پچیس ایسے باقی رہیں جو ناکام ہوں اور باقی سب کامیاب ہو جائیں اور دُوسرے گروہ میں سے شاید پچیس یا پچاس ناکامی سے بچیں اور باقی سب نامرادی کے تحت الثریٰ میں جائیں تو مقبول اور مردود میں صریح فرق ہو جائے گا۔ اس زمانہ کا فرقہ نیچریہ ان اوہام اور وساوس میں مبتلا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابتداء سے قدرت نے شُدنی اور ناشُدنی امور میں تقسیم کر رکھی ہے اس لیے استجابت دُعا کچھ چیز بھی نہیں مگر یہ اوہام سراسر خام ہیں اور حق بات یہی ہے کہ جیسے حکیم مطلق نے دوائوں میں باوجود انضباط قوانین قدرتیہ کے تاثیرات رکھی ہیں ایسا ہی دُعائوں میں بھی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ تجارب صحیحہ سے ثابت ہوتی ہیں اور جس مبارک ذات علت العلل نے استجابت دُعا کو قدیم سے اپنی سُنت ٹھہرایا ہے اُسی ذات قدوس کی یہ بھی سنت ہے کہ جو مصیبت رسیدہ لوگ ازل میں قابل رہائی ٹھہر چکے ہیں وہ اُنھیں لوگوں کے انفاس پاک یا دُعا اور توجہ اوریا اُن کے وجود فی الارض کی برکت سے رہائی پاتے ہیں جو قرب اور قبولیت الٰہی کے شرف سے مشرف ہیں اگرچہ دُنیا میں بہت سے لوگ بُت پرست بھی ہیں جو مومن کامل کی طرف اپنے مصائب کے وقت رجوع بھی نہیں کرتے اور ایسے بھی ہیں جو استجابت دُعا کے قائل ہی نہیں اور بکلّی تدابیر اور اسباب کے مقیدّ ہیں اور اُن کی سوانح زندگی پر نظر ڈالنے سے شاید ایک سطحی خیال کا آدمی اس دھوکہ میں پڑے گا کہ اُن کی مشکلات بھی تو حل ہوتی ہیں پھر یہ بات کہ مقبولوں کی دُعائیں بھی کثرت سے قبول ہوتی ہیں کیونکر صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اس وہم کا جواب جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ اگرچہ کوئی شخص اپنی مرادات کے لیے بت کی طرف رجوع کرے یا اور دیوتاؤں کی طرف یا اپنی تدابیر کی طرف۔ لیکن درحقیقت خدائے تعالیٰ کا پاک قانون قدرت یہی ہے کہ یہ تمام امور مقبولوں کے ہی اثر وجود سے ہوتے ہیں اور اُن کے انفاس پاک سے اور اُن کی برکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے اُنھیں کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور اُنھیں کی برکت سے دنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دُور ہوتی ہیں اور فساد مٹائے جاتے ہیں اور اُنھیں کی برکت سے دنیادار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے اور انھیں کی برکت سے چاند نکلتا اور سُورج چمکتا ہے وہ دنیا کے نور ہیں جب تک وہ اپنے وجود نوعی کے لحاظ سے دُنیا میں ہیں دُنیا منوّر ہے اور اُن کے وجود نوعی کے خاتمہ کے ساتھ ہی دُنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ حقیقی آفتاب و ماہتاب دُنیا کے وہی ہیں۔ اس تقریر سے ظاہر ہے کہ بنی آدم کی مرادات بلکہ زندگی کا مدار وہی لوگ ہیں اور بنی آدم کیا ہر یک مخلوق کے ثبات اور قیام کا مدار اور مناط وہی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں تو پھر دیکھو کہ بُتوں سے کیا حاصل ہے اور تدبیروں سے کیا فائدہ ہے۔ یہ ایک نہایت باریک بھید ہے جس کے سمجھنے کے لیے صرف اس دنیا کی عقل کافی نہیں بلکہ وہ نور درکار ہے جو عارفوں کو ملتا ہے درحقیقت یہ سارے شبہات مقابلہ سے دور ہو جاتے ہیں کیونکہ مقابلہ کے وقت خدائے تعالیٰ خاص ارادہ فرماتا ہے کہ تا وہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے سچی قبولیت اور سچی برکت رکھتا ہے اُسی کی عزت ظاہر ہو۔ اگر بت پرست موحد کے مقابل پر آوے اور استجابت دُعا میں ایک دوسرے کی آزمائش کریں تو بت پرست سخت ذلیل اور رسوا ہو۔ اسی وجہ سے میں نے پہلے بھی کہہ دیا ہے کہ کامل مومن کی آزمائش کے لیے جیسا سہل طریق مقابلہ ہے ایسا اور کوئی طریق نہیں جس بارے میں کامل مومن کی دُعا منظور نہ ہو اور اعلام الٰہی سے اُس کو نامنظوری کی اطلاع دی جائے۔ پھر اگر اُس کام کے لیے یورپ اور امریکہ کی تمام تدبیریں ختم کی جائیں یا دنیا کے تمام بتوں کے آگے سر رگڑا جائے یا اگر تمام دنیا اپنی اپنی دُعائوں میں اس امر میں کامیابی چاہے تو یہ ناممکن ہو گا۔ اور اگرچہ مومن کامل کا فیض تمام دنیا میں جاری و ساری ہوتا ہے اور اسی کی برکت سے دنیا کی کل چلتی ہے اور وہ درپردہ ہریک کے لیے حصول مرادات کا ذریعہ ہوتا ہے خواہ کوئی اُس کو شناخت کرے یا نہ کرے۔ لیکن جو لوگ خاص طور پر ارادت اور عقیدت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ نہ صرف اُس کی برکت سے دُنیا کی مرادات پاتے ہیں بلکہ اپنا دین بھی درست کر لیتے ہیں اور اپنے ایمانوں کو قوی کر لیتے ہیں اور اپنے رَبّ کو پہچان لیتے ہیں اور اگر وہ وفاداری سے مومن کامل کے زیر سایہ پڑے رہیں اور درمیان سے بھاگ نہ جائیں تو بکثرت آسمانی نشانوں کو دیکھ لیتے ہیں۔ آسمانی فیصلہ صفحہ (۱۳ تا ۱۵)

اگرچہ مومن کامل کا فیض تمام دنیا میں جاری و ساری ہوتا ہے اور اسی کی برکت سے دنیا کی کل چلتی ہے اور وہ درپردہ ہریک کے لیے حصول مرادات کا ذریعہ ہوتا ہے خواہ کوئی اُس کو شناخت کرے یا نہ کرے۔

8 شوال 1349ھ 27 فروری 1931ء

مومنوں کے لیے آزمائش ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ

مالی بجٹ کی اہمیت

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیناؒ نے ذیل کی قرآنی آیات تلاوت کیں۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔(39:39-40)

’’ترجمہ: کہہ اے میری قوم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کرنے والا ہوں، سو تم جان لوگے۔ کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اُسے رُسوا کردے اور اس پر باقی رہنے والا عذاب نازل ہوگا۔‘‘

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں چار مختلف مقامات پر اس آیت کے پہلے حصہ کو دہرایا ہے۔ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کہہ دو۔ اے قوم! اپنی قوت واستطاعت کے مطابق کرو، جو کچھ کہ تم کرسکتے ہو، میں بھی اپنا کام کر رہا ہوں۔ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہمارے اعمال اور کوششوں کا انجام اور نتیجہ کیا ہے؟! یہ آیت اس وقت کی نازل شدہ ہے کہ جب آپؐ قریباً قریباً تنہا تھے۔ بہت تھوڑے آدمیوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں تھے۔ اس وقت یہ ارشاد ہوتا ہے۔ اور پھر ایک ہی مرتبہ نہیں، بلکہ بار بار یہ ارشاد ہوتا ہے۔ گویا قوم کو ایک کھلا چیلنج دیا جارہا ہے کہ ساری قوم مل کر آپ کے خلاف خوب زور لگائے۔ آپ بھی اپنے کام کئے جارہے ہیں۔ وقت نزول کے لحاظ سے گویا ایک طرف ایک یک وتنہا آدمی ہے۔ اور اس کے مقابلے پر سارا ملک اور قوم ہے۔ لیکن اس ایک اکیلے انسان کے اندر کس قدر ایمان اور یقین کی قوت ہے کہ وہ ان سب کے مقابلے پر اتنا بڑا دعویٰ کرتا ہے کہ میرے خلاف خوب زور لگالو اور سب مل کر لگاؤ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ بہت جلد تمہیں اپنے اعمال کا حال معلوم ہوجائے گا۔

اس دعوٰی کی بنا پر یہ ظاہر ہے کہ اسلام کی صداقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تائید الٰہی، اور آپؐ کے ساتھ نصرت الٰہی کے ہونے کا کھلا اور بین ثبوت نظر آرہا ہے۔ لیکن اصل بات جو اس آیت کے اندر ہے، اور جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، وہ قوت عمل ہے۔ اِعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اپنی طاقت اور قوت واستطاعت کے مطابق تم زور لگاؤ۔ یقیناً تم ناکام ہوگے۔ اور میں کامیاب ہوجاؤں گا۔

یہ ایک پیشگوئی ہے، مگر اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے جو قوت کام میں آنے والی تھی اس کا بھی ذکر کردیا، کہ وہ آنحضرت ﷺ کی قوت عمل ہے۔ اگرچہ اس رنگ کی پیشگوئیوں میں کامیابی کے کھلے کھلے وعدے موجود تھے۔ مگر خود آپؐ نے کبھی ان سے یہ خیال نہیں کیا کہ یہ خودبخود پورے ہوجائیں گے۔ مجھے کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے! نہیں، آپؐ اپنی پوری قوت عمل کے ساتھ مخالفوں کا مقابلہ کرتے جاتے تھے۔ اور ان کو بھی چیلنج دیتے جاتے تھے کہ وہ اپنی پوری قوّت کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں! یہی قوّت عملی تھی کہ جس کے سامنے مخالفوں کی طاقتیں اور کوششیں ہیچ نظر آتی تھیں۔ صحابہؓ کے اندر بھی یہی قوت عملی سرایت کرگئی تھی۔ اور یہ ایک اس قسم کی طاقت ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کرسکتی۔

مسلمانوں میں جب تک یہ قوت موجود رہی، اس وقت تک مسلمان دنیا میں کامیاب اور سربلند رہے۔ لیکن اب مسلمانوں میں سے یہی قوت مفقود ہوگئی ہے، اسی کے نہ ہونے سے وہ اس ذلت کی حالت کو پہنچے ہیں، جس سے بچنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ العِجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔ یہ آٹھ چیزیں ہیں۔ یعنی ھم، حزن، عجز، کسل، بزدلی، بخل، قرضہ کا غالب آجانا اور لوگوں کا اوپر مسلّط ہو جانا۔ جن سے پناہ مانگنا سکھائی گئی ہے۔ یہی انسان کی قوت عمل کو بیکار کرنے والی چیزیں ہیں۔ مسلمانوں کی یہ ذلت کی حالت انہی کمزوریوں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اور آج اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان قہر الرجال کے نیچے پسے جارہے ہیں۔ اور ہندوستان میں مسلمان کی تعریف قریباً قریباً مقروض ہونا ہوگئی ہے۔ قریباً ہر شخص، جو کچھ اس کو ملتا ہے، اس کو ناکافی سمجھتا ہے۔ اور باقی روپیہ قرض لے کر اپنی بڑھی ہوئی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل ہندوؤں کی یہ حالت ہے کہ وہ روپیہ پس انداز کرکے مسلمانوں کی جائدادیں خرید کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ حالت، کہ جو کچھ ان کو ملتا ہے، اس میں سے کچھ بچانے کے بجائے، کچھ زیادہ

خرچ کرتے ہیں۔ اس میں معمولی تنخواہ والوں سے لے کر ہزاروں کی تنخواہ والوں تک شامل ہیں۔ سب کے سب نہیں تو سو میں سے 95 ضرور مقروض ہیں۔ حالانکہ یہ وہ قوم ہے کہ جس کو سب سے زیادہ قرض سے ڈرایا گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ مقروض مر گیا ہے، تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کا جنازہ پڑھ لو۔ یعنی خود جنازہ پڑھنا بھی پسند نہ کیا۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ آپؐ نے قرض کو کس قدر ناپسند کیا ہے!۔ مقروض ہونے کی حالت آپؐ کو اس قدر ناپسندیدہ تھی کہ اس کا جنازہ بھی خود نہ پڑھا۔ لیکن اس وقت کتنے مسلمان ہوں گے جو اس قابل ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج دنیا میں تشریف لائیں، ان کا جنازہ پڑھیں! اور پھر یہ قرضہ بھی جو لیا جاتا ہے، تو کوئی مجبوری کی ضروریات کے لئے نہیں لیا جاتا، بلکہ اس کا بیشتر حصہ فضول خرچ یا رسم ورواج کی پابندیوں کے لئے لیا جاتا ہے۔ شہروں میں دیکھو۔ تو مسلمانوں کی حالت تباہی اور بربادی کی نظر آتی ہے۔ اور جائدادیں ہاتھوں سے نکلی جارہی ہیں۔ اور اگر گاؤں کو دیکھو۔ تو مسلمانوں کی حالت اس سے خراب ہے۔ جو کچھ کماتے ہیں، وہ سب سود میں ساہوکار کو چلا جاتا ہے۔ غرض جدھر دیکھو یہی حالت نظر آتی ہے۔ جب تک ان میں قوت عمل پیدا نہیں ہوتی، اس وقت تک یہ قوم قرضہ سے باہر نہیں نکل سکتی۔

میں احباب کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ہر جگہ مسلمانوں کو اس بلا سے بچانے کی کوشش کریں۔ کوئی بڑے سے بڑا خزانہ بھی مسلمانوں کو قرضہ سے باہر نہیں نکال سکتا۔ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ کوئی بڑا خزانہ مل جانے سے یہ حالت بدل جائے گی۔ یہ غلط اور خیال خام ہے۔ خزانہ ملنے سے بھی حالت وہیں کی وہیں رہے گی۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کہیں بھی امدادی بینک اور سوسائٹیاں بنتی ہیں، مسلمان زیادہ سے زیادہ مقروض ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اس قرضہ کی لعنت سے نکلنا چاہتے ہو تو اس کے لئے مسلمانوں کے دل ودماغ میں یہ تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ان کے اندر یہ ذہنیت پیدا ہونی چاہئے کہ وہ اپنا خرچ آمدنی کے اندر رکھیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مجبوریاں ہر شخص کو پیش آتی ہیں۔ کبھی بیماریاں آجاتی ہیں۔ کبھی مقدمات چل جاتے ہیں، لیکن یہ جو مسلمانوں کو آخرت پر ایمان لانے کی اس قدر تاکید کی گئی ہے، کیا اس کا یہ مطلب نہیں؟ کہ انسان ہر بات میں انجام کار کو سوچ لے اور جو آنے والا وقت ہے، اس کے لئے پہلے سے تیاری کرے۔

غور کیجئے۔ یہاں دو اور چار سال پیچھے کے حالات پر ایمان لانے کا ذکر نہیں۔ بلکہ انجام کار کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اسلام کی ایمانیات اپنے اندر بہت بڑے بڑے سبق رکھتی ہیں۔ یہ بات میرے مدنظر ہے کہ ان میں سے ایک ایک کو لیکر پھیلانے کی کوشش کی جائے کہ ہمارے یہ معتقدات ہماری عملی زندگی پر کیا کیا اثر ڈالتے ہیں۔ غرض انجام پر نگاہ نہ ڈالنے سے ہی قرض لینے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے ہمیں کوشش شروع کر دینی چاہئے۔ لیکن یہ کام اکیلی کسی جماعت کے کرنے کا نہیں۔ اس کے لئے مسلمانوں کی مجموعی کوشش کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں اپنی جماعت سے ہی نہیں، بلکہ سب مسلمانوں سے درخواست کروں گا کہ اپنی قوم کو سنبھالئے اس کے لئے بڑا سخت مقابلہ ہے۔ جب تم غلامی کی حالت سے نکل جاؤ گے، تو پھر کسی قوم کے ساتھ مقابلہ کے قابل ہو گے۔ اپنے مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی حالت کی طرف توجہ دیجئے۔ اس کا علاج تمہارے اپنے اندر موجود ہے۔ اپنے اخراجات کو کم کرو۔ روپیہ کو بچاؤ اور قرضہ کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کرو۔ قوم دن بدن مفلس اور قلاش ہوتی چلی جارہی ہے۔ کسی شہر میں جاکر دیکھو۔ مسلمانوں کے سکول مدرسہ اور انجمنیں نہیں چلتیں۔ روپیہ کہاں سے آئے؟ قوم خود عاجز ہوگئی ہے۔ اور اب بغیر مقابلہ کے اس کا زندہ رہنا محال ہے۔ اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے مقابلہ کی سخت ضرورت ہے۔ اور اس مقابلہ میں سب سے پہلی چیز، جو ایک زبردست ہتھیار کا کام دیتی ہے، وہ یہی ہے، کہ مسلمان اپنے اخراجات کو کم کریں۔ اور میری یہی درخواست ان لوگوں سے بھی ہے، کہ جو اس وقت میرے سامنے نہیں، کہ وہ اپنے کھانے پہننے اور دوسری ضروریات میں بھی کفایت سے کام لیں۔ اور اپنی آمدنی میں سے کچھ بچانے کی فکر کریں۔ ورنہ ان کی زندگی دن بدن معرض ہلاکت میں گرتی جارہی ہے۔ اور مسلمانوں میں نوے فیصد کی یہ حالت ہے کہ وہ قرض کے نیچے ایسے دبے ہوئے ہیں کہ ان کا اس سے نکلنا محال سا نظر آرہا ہے۔

دُکھ اور تکلیف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ صرف پانی اور کھجور پر گذارہ کر لیتے تھے۔ اگر اس طرح گذر کرنا ہو تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ لیکن یہاں تو یہ حالت ہے کہ اعلیٰ درجہ کے کوٹ اور چوں چوں کرنے والے بوٹ پر مٹے جارہے ہیں۔ لباس دیکھو۔ تو لوگ دنگ رہ جائیں۔ مگر انہی کی اولاد کا یہ حال ہے کہ ان کا گلا کاٹا جارہا ہے۔ ان کی تعلیم کے لئے روپیہ نہیں۔ آیت وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (31:17) کے نیچے امام راغبؒ لکھتے ہیں کہ قتل اولاد یہ بھی ہے کہ ان کو تعلیم نہ دی جائے۔ یہ وہ معنی ہیں کہ جو آج سے کئی صدی پہلے کئے گئے ہیں۔ اب مسلمانوں کی نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ تنگی کے ساتھ

گذارہ کریں اور قرضہ کو ایک بہت بڑی لعنت سمجھیں کہ جس کے نیچے وہ دن بدن دبتے چلے جاتے ہیں۔ بغیر سادہ زندگی اختیار کرنے کے وہ کبھی اس کے نیچے سے نکل نہیں سکتے۔ اور نہ اپنا حق دوسروں سے لے سکتے ہیں۔ مسلمان کبھی بھی اس مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں گے، جب تک کہ وہ قرضہ کو ایک بدترین لعنت نہ سمجھ لیں گے۔ اور یہ نہ سمجھ لیں کہ مقروض کا جنازہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا پسند نہیں کیا! جہاں تک ہو سکے، اپنی آمدنی سے کچھ نہ کچھ بچانے کی کوشش کرو۔ تاکہ وہ تمہاری تکلیف کے وقت کام آئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ضروریات پر بھی روپیہ خرچ نہ کیا جائے۔ مثلاً پیدائش کے وقت یہ کفایت سوچی جائے کہ ڈاکٹر کو بلا کر کیا کرنا ہے! نہیں۔ اس قسم کی ضروریات پر روپیہ خرچ کرنے میں حرج نہیں۔ لیکن ان رسوم کو ترک کرو کہ جو بھاجی کی، آمین کی، بسم اللہ کی، ختنہ کی، بیاہ شادی اور موت کی رسومات ہیں۔ ان پر قرضہ اٹھانا چھوڑ دو۔ اور سودی قرض کو ایک بہت بڑی لعنت قرار دو۔

حدیث میں سود دینے اور لکھنے کو بھی ناجائز ٹھہرایا

ہے۔ اضطرار کی حالت الگ ہے۔ لیکن کیا یہ بھاجی اور دوسری رسوم اضطرار کی رسوم ہیں! موت پر تو کفن کے لئے بھی نئی چادر کی ضرورت نہیں۔ پرانی چادریں دھو کر استعمال ہو سکتی ہیں۔ نئی چادروں کی زندوں کے لئے ضرورت ہے۔ مردوں کے لئے اس کی بھی۔ نہیں سمجھ میں نہیں آتا، ایک گھر سے آدمی چلا گیا اور پھر اس پر قرضہ اٹھا کر دسویں اور چالیسویں اور برسیاں ہوتی ہیں! خود ہی اپنے آپ کو دکھوں اور تکلیفوں میں ڈالتے جاتے ہیں۔ مسلمان کو اس بات کا عہد کر لینا چاہیئے کہ ہم آئندہ قرضہ اور خصوصًا سودی قرضہ ہرگز نہیں لیں گے۔ ان رسومات بد میں اضطرار کی حالت کہاں! یہ تو سب اپنے ہاتھوں بلائیں خریدی ہوئی ہیں۔ قوم اگر ان بلاؤں سے نجات پا جائے اور اس کے ہاتھ مضبوط ہو جائیں تو بڑا کام دے سکتی ہے۔

میں نے عید کے موقعہ پر ایک چھوٹی سی تجویز کی تھی۔ جس کا نام ایک آنہ فنڈ رکھا گیا ہے۔ لاہور کی جماعت کے حصہ میں اس کی سو رسید بکیں ڈالی گئی ہیں۔ جسے آپ لوگوں کو پورا کرنا چاہیئے۔ اور باقی کی رسید بکیں باہر کی جماعتوں میں تقسیم ہوں گی۔ میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ دس سال کے عرصہ میں اس سے مستقل فنڈ کی 50000 کی رقم انشاء اللہ جمع ہو جائے گی۔ اور یہ سرمایہ جماعت کے لئے ایک بہت بڑی قوت اور برکت ثابت ہو گا۔ جو شخص تکلیف اور تنگی میں ہے، اس کے لئے بھی ایک آنہ ماہوار دینا مشکل نہیں۔ طلباء بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں کہ جو طالب علم دو روپے فیس ماہوار دیتا ہے، وہ دو روپے ایک آنہ، جو تین روپے دیتا ہے، وہ تین روپے ایک آنہ۔ یہ دینا بوجھ نہیں۔ ویسے بھی ہیڈ ماسٹر صاحب فیس کے ساتھ پانچ سات آنے ماہوار کھیلوں وغیرہ کے لئے لے ہی لیتے ہیں۔ ایک آنہ یہ دین کے لئے بھی سہی۔ اس ایک آنہ کو آپ اپنے حلقہ اثر میں ہر ایک جگہ رواج دیں۔ سالانہ جلسہ کی تحریک دس یوم کی آمد کے لئے بھی آخر مارچ تک میعاد مقرر کی تھی۔ فروری تو ختم ہو گیا۔ اب مارچ شروع ہونے والا ہے۔ اس کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔

باہر احباب کو بھی اس طرف بہت جلد توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ یہ مفید اور بابرکت تجویز بہت جلد کامیاب ہو کر قوم کی مضبوطی کا باعث بنے۔

(پیغام صلح۔ 15مارچ 1931ء)

ھدیہ نعت حضرت مسیح موعودؑ

اردو ترجمہ محمد اعظم علوی

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
ہیں جان و دل فدائے جمالِ محمدیؐ
خاکم نثارِ کوچہ آلِ محمدؐ است
میں ہوں نثارِ کوچہ آل محمدیؐ
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
دُنیا کی وسعتوں میں جہاں بھی نظر گئی
در ہر مکاں ندائے جلال محمدؐ است
ہر چیز سے عیاں تھا جلال محمدیؐ
ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
کیوں میرے فیض عام سے بر ہم ہوئے ہیں آپ
یک قطرہ بحر کمال محمدؐ است
ہے یہ تو موج بحر کمال محمدیؐ
ایں آتشم زآتش مہر محمدیؐ است
یہ نور آفتابِ محمدؐ کا عکس ہے
ویں آب من زآبِ زلال محمدؐ است
یہ فیضِ عام آبِ زلال محمدیؐ

کامیابی کی کنجی اپنے اوپر انحصار کرنا ہے

شاہد عزیز

ایک ذاتی مثال

جب ہمارے والدین پاکستان سے انگلستان تشریف لائے تو اُن کے پاس صرف 25 پاؤنڈ تھے۔ شروع میں ہم نے انگلستان کے شہر Southampton رہائش اختیار کی۔ جب ہم ساؤتھیمپٹن پہنچے تو وہاں تین اور پاکستانی خاندان تھے۔ ہمیں تو پھر انگریزی وغیرہ آتی تھی کیونکہ والدین پڑھے لکھے تھے لیکن اُن میں سے کچھ انگریزی کیا اُردو بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن مجھے نہیں یاد کہ اُن میں سے کسی نے بھی گھر بیٹھ کے حکومت سے پیسے لیے ہوں۔ ایک خان صاحب اونچے لمبے تھے۔ انہوں نے ایک واشنگ مشین بنانے والی فیکٹری میں نوکری کرلی جہاں وہ واشنگ مشین خود اُٹھا کے ٹرک پہ لوڈ کرتے۔ ایک بشیر صاحب تھے وہ درجہ حرارت منفی 5 یا 6 میں باہر سڑک پر کام کرتے تھے۔

چونکہ ان لوگوں نے خود جدوجہد کی تھی کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا تھا، منت نہیں کی تھی تو جب وہ فوت ہوئے تو سارے کے سارے لاکھ پتی کیا کروڑ پتی تھے۔ اول انہوں نے اپنی محنت اور جدوجہد سے کام لیا اور دوسرے انہوں نے جہاں بھی دیکھا کہ کسی مسلمان کو مدد چاہیے، اس کا ساتھ دیا۔ کسی نے دوسرے سے نہ پوچھا کہ تم پٹھان ہو یا تم بلوچی ہو یا تم پنجابی ہو یا تم کیا ہو یا تم شیعہ ہو۔ ہم احمدی تھے کوئی شیعہ تھا کوئی دیوبندی اور کوئی بریلوی۔ لیکن ہر ایک دوسرے کی مدد کرتا۔

والد کو ساؤتھیمپٹن یونیورسٹی نے کام دیا تو وہ رہائش کے لئے بشیر صاحب کے پاس لے گئے۔ یہ اُن کی بشیر صاحب سے پہلی ملاقات تھی۔ بشیر صاحب کے گھر میں دو بیٹیاں بھی تھیں، انہوں نے نہیں پوچھا کہ تم کون ہو، تمہارا فرقہ کیا ہے، تمہارا صوبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا عزیز صاحب جائیں فیملی کو لے آئیں۔ والد نے پوچھا رہائش؟ بشیر صاحب کہنے لگے میرا جو گھر ہے یہ آپ کا گھر ہے۔ جگہ کی آپ کیا فکر کرتے ہیں۔ یہ چیز تھی جو ان چار فیملیز کی مسلمان کمیونٹی میں تھی۔ ان کے بچوں کو ہم قرآن پڑھاتے تھے، نماز سکھاتے تھے، اُردو پڑھاتے تھے۔

حضرت مولانا عبد الحق ودیارتھی آتے تھے اور سب منتیں کرکے، کار بھیج کے انہیں گھر لے جاتے تھے اور درس قرآن کرواتے تھے خاص طور پر رمضان کے مہینے میں۔ دو تین عیدوں پر حضرت مولانا وہیں تھے مسلمانوں نے خاص طور پر انہیں جا کے کہا کہ آپ عید کی نماز پڑھائیں گے۔ اور انہوں نے عید کی نمازیں پڑھائیں۔ سُنی، شیعہ، وہابی سب نے حضرت مولاناؒ کے پیچھے نماز پڑھی۔

دوسروں پر انحصار کا انجام

پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ اور فرانس نے وعدے اور معاہدے سب کچھ کرنے کے بعد مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ مسلمانوں کے نقصان اُٹھانے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان خدا کی طرف نہیں دوسروں کی طرف دیکھتے تھے کہ وہ ہماری مدد کریں۔ عرب برطانیہ کی طرف اور ترک جرمنوں کی طرف دیکھتے تھے۔ ترکی جرمنوں کو بلا رہا ہے کہ روسیوں سے ہمیں بچاؤ۔ عرب برطانیہ کو بلا رہے ہیں کہ ترکوں سے ہمیں آزادی دلواو!

یعنی مسلمان مسلمان سے آزادی حاصل کرنے کی کوش کر رہا ہے۔ کہیں بشیر احمد ہاتھ بڑھا کے عزیز احمد کو کہتا ہے آؤ میرا گھر تمہارا گھر ہے اور کہاں عرب جو ترکوں کو کہتا ہے نکلو یہ ملک تو میرا ملک ہے۔ جب سعودی عرب میں ترکوں پہ حملہ ہوا تو وہاں برطانیہ کی کتنی بڑی فوج تھی؟ ایک ہی بندہ تھا برطانیہ کا۔ لارنس آف عریبیا۔ باقی تو سارے اہل سنت والجماعت مسلمان عرب تھے۔ یہاں شیعہ، سنی کی بات بھی نہیں۔ اہل سنت، اہل سنت کو مار رہے تھے پھر یہ کونسا اتحاد بین المسلمین ہے جس کا شور ہے۔ لیکن یہ صرف عرب نہیں تھے۔ عربوں کے ساتھ ہندوستان کے مسلمان بھی تھے۔ پندرہ لاکھ فوج جو ہندوستان سے برطانیہ کے لئے لڑنے آئی وہ سارے فرانس تھوڑے ہی گئے تھے زیادہ تو ترکوں سے لڑے اور اپنے بھائیوں کی شکست پر چراغاں کیا۔

جب فلسطین تقسیم ہوا تو پہلا ملک کونسا تھا جس نے اسرائیل کو تسلیم کیا، ترکی تھا۔ ترک کہنے لگے کہ عربوں سے جو ہوا، ہونا ہی چاہیے تھا۔ جب انہوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا تو ہم پھر ان سے کسی وفاداری کا کیوں ثبوت دیں۔ مسلمان ہوں گے اپنے گھر میں ہوں گے۔ ہم تو اسرائیل کا ساتھ دیں گے۔

ووکنگ مشن میں حضرت مولانا نورالدین نے بڑا عظیم الشان اصول قائم کیا کہ ہندوستان میں تو تفرقہ بازی کی لعنت زور پکڑ گئی ہے۔ کم از کم احمدی اس بات کے ذمہ دار نہ ہوں کہ وہ ایک نئے ملک میں جہاں

اسلام پہنچا ہے یہ لعنت وہاں بھی پہنچا دیں اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اِس گناہ کا الزام ہم پر نہیں ہے کہ ہم نے فرقہ واریت کی لعنت کو اس ملک میں رواج دیا۔

دیکھیں احسان فراموشی۔ جب فلانڈرز کے کیچڑ بھرے میدانوں میں اہلِ سُنت انگریز کے لئے مرے تو کس نے اُن کی تجہیز و تفہیم کا انتظام کیا؟ جرمنوں نے یا انگریزوں نے؟ یہ سعادت بھی احمدیوں کے حصہ میں آئی۔ حضرت مولانا صدر الدینؒ اگر شور نہ مچاتے تو کیا مسلمانوں کو تدفین کے لئے ہورسل کامن کی زمین ملتی؟

یہ ہم نے احسان کیا اور اس کا بدلہ کیا ملا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم کسی مسلمان قبرستان میں دفنانے جائیں؟ ساؤتھ افریقہ میں یہی تو جھگڑا تھا کہ کیا ہم اہل سُنت کے قبرستان میں دفن ہوسکتے ہیں یا اُن کی مسجد میں جاسکتے ہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ انگلستان کی جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا اور برک ووڈ میں تدفین کا انتظام کیا کہ کوئی احمدی برطانیہ میں کہیں فوت ہوجائے آپ ہمیں اطلاع دیں ہم اسکا انتظام کریں۔ تو یہ چیزیں قوم کی غیرت کو دکھاتی ہیں۔ ہم نے اپنے عقائد کا خدا تعالیٰ کو جواب دینا ہے اور کسی کو نہیں۔

میں نے خود دیکھا ہے کہ لوگ سکاٹ لینڈ سے آکر لوگ وہ قبریں دیکھتے ہیں کہ یہ وہ انگریز تھے جو شروع میں مسلمان ہوئے وہ یہاں دفن ہیں۔ وہ مسلمان کس نے کیے تھے؟ ووکنگ کی مسجد جو غیروں کے قبضے میں تھی کس نے چھڑوائی تھی؟ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے۔ یہ خواجہ کمال الدین ہی تھے جنہوں نے اپنی جیب سے عدالتوں کی فیسیں دے کر اتنا لمبا مقدمہ لڑا اور مسجد چھڑوائی۔

لیکن مسلمانوں نے پھر بھی سبق نہ سیکھا کہ ووکنگ میں اتنے عظم الشان اصول قائم ہوئے اور مسلمان اُن اصولوں کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کے ایک ساتھی سنی تھے اور دوسرے شیعہ تھے جنہوں نے اس مقدمہ میں ان کا ساتھ دیا۔ اکیلے وہ کرسکتے یا نہ وہ ہمیں علم نہیں لیکن انہوں نے مدد کی اور مسجد چھڑوائی۔

ہم مہاتما گاندھی کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے خلافت کی تحریک چلائی، انہوں نے تو ہندوستان میں چلائی جہاں لاکھوں مسلمان تھے۔ لیکن خواجہ کمال الدین نے انگلستان میں یہ تحریک چلائی۔ یعنی آپ غور کریں کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد انگلستان اور جرمنی دشمن ہے۔ ترکی جرمنی کا ساتھ دیتا ہے۔ جو قوم فتح پاتی ہے جو مفتوح قوم کا طرز حکومت بدلنا چاہتی ہے۔ لیکن ایک احمدی اٹھتا ہے کہ ہم تحریک چلائیں گے کہ خلافت قائم رہے۔

جونہی ہم نے اتحاد کا دامن چھوڑا، آج جو حال ہے مسلمانوں کا انگلستان میں اور مغرب میں عام طور پر آپ دیکھ سکتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے زور بازو پر جو کام کرسکتے ہیں وہ کریں۔ اگر ہم پوری روٹی نہیں کھاسکتے تو آدھی روٹی کھائیں لیکن کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ اگر ہمارے وسائل صرف اتنے ہیں کہ ہم ایک گیراج لے کر اس میں نماز پڑھیں تو یہی کریں۔ لیکن باہر کے لوگوں کے بھروسے پر کچھ نہ کریں۔ یہ سبق ہمیں حضرت نبی کریمؐ اور قرآن نے دیا ہے کہ اپنے آپ پر بھروسہ کرو اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگو۔ بدر کے روز حضرت نبی کریمؐ نے جب ہاتھ اٹھائے تو خدا کی طرف اٹھائے قیصر و کسریٰ کی طرف نہیں دیکھا۔ لیکن جب ہم نے اپنا زور بازو استعمال کرنا چھوڑ دیا اور دوسروں پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیا تو وہیں سے ہماری کمزوری شروع ہوئی۔

انگلستان کی جو چھوٹی سی جماعت ہے کسی سے کچھ نہیں مانگتی۔ اسی لئے ہمارے اندر اتنا حوصلہ ہے کہ ہم درست بات کو درست کہتے ہیں اور غلط کو غلط کہتے ہیں۔ ساؤتھ افریقہ سے کچھ ای میلز آئیں اور لوگوں نے کہا کہ جو عرب ملکوں نے وہاں مسجدیں بنائیں اور اماموں کے وظیفے بھی مقرر کردیئے ہیں۔ جب جمال کشوگی کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا گیا تو اُن میں سے کسی مسجد نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی کہ یہ ظلم ہوا ہے۔

کہانیاں تو بڑی سنا دیتے ہیں کہ ایک عورت کھڑی ہوگئی کہ مجھے حساب دو تو کیا حضرت عمر نے اس عورت کو قتل کروادیا تھا اس کا گلا دبا دیا تھا۔ جب آپ دوسروں کے پیسے پر انحصار کرتے ہیں تو پھر حق کی بات نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اسلام کی کامیابی کی راز ذاتی اور قومی خود انحصاری تھا۔ اگر آپ عظیم الشان مسجد نہیں بناسکتے تو نہ بنائیں۔ اگر آپ کی مسجد معمولی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اور کوئی جگہ نہیں تو آپ گھر ہی نماز پڑھ سکتے ہیں تو وہی بہتر ہے بجائے آپ دوسروں کے قدموں میں جاکر گریں۔ کہ تم ہمیں مسجد بنوادو۔ یاد رکھیں کوئی بھی اپنے فائدے کے علاوہ کسی کی کوئی مدد نہیں کرتا ہے۔

تو ہمیں اپنے اوپر اعتماد رکھنا چاہیے اور اتحاد سے کام کرنا چاہیے۔ اگر ہم یہ نسخہ استعمال کریں گے، تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔ یہی چیزیں میں آپ سے شیئر کرنا چاہتا تھا اور یہی اسلام کا پیغام ہے کہ آپس میں شیر شکن ہو کر رہو اور دوسروں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔ اور خدا کی رسی کو مضبوتی سے پکڑے رکھو اور اس عورت کی طرح نہ بنو جو پہلے تو کپڑا کاتتی ہے اور پھر دوبارہ اس کو دھاگے دھاگے کرتی جاتی ہے۔